مسٹر جناح کا پر اسرار معمہ

اور

اس کا حل

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب کا وہ بصیرت افروز
بیان جو سات سال پیشتر ماہ ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ میں رسالہ
قائد مرادآباد اور مدینہ وغیرہ اخبارات میں شائع ہوا تھا جبکہ
حضرت موصوف نے مسٹر جناح کی عہد شکنی کے باعث مسلم لیگ
کے پارلیمنٹری بورڈ سے علیحدگی اختیار کی تھی

حسب فرمائش

مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند

دفتر مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند دہلی سے شائع کیا گیا

دلی پرنٹنگ ورکس دہلی

قیمت دو آنہ

مندرجہ ذیل رسالے ملاحظہ فرمائیے

نام	قیمت
(۱) جمعیۃ العلما کیا ہے۔	۶ر
(۲) مسلم لیگ کیا ہے	۲ر
(۳) خطبہ صدارت اجلاس سہارنپور از حضرت مولانا حسین احمد صاحب	۸ر
(۴) مختصر تاریخ جمعیۃ علماء ہند	۲ر
(۵) زعمار لیگ اور مسٹر جناح کی سیاسی غلطیاں	۲ر
(۶) سول میرج اور لیگ	۲ر
(۷) شریعت بل اور لیگ	۲ر
(۸) لیگی علمار کے فتاوے	۲ر
(۹) علمار حق اور انکے مجاہدانہ کارنامے (زیر طبع)	
(۱۰) پاکستان پر ایک نظر (از مولانا حفظ الرحمن صاحب)	۳ر
(۱۱) معرکۃ الآرا تقریر (از حضرت مولانا احمد سعید صاحب)	۲ر
(۱۲) شرکت کانگریس کا فتویٰ اور ازالہ شکوک	۳ر
(۱۳) پاکستان کی حقیقت از حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب	۳ر
(۱۴) انتخابی کشمکش اور تہذیب اسلام	۳ر

(نوٹ) ان کے علاوہ دوسرے رسالے زیر طبع ہیں۔

ملنے کا پتہ :- صدر دفتر جمعیۃ علماء ہند گلی قاسم جان دہلی

مسلم لیگ کی تاریخ سیاہ اور علماء ہند کی علیحدگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ اما بعد مجھے بعض احباب نے مسٹر محمد علی جناح کے اس بیان کی طرف متوجہ کیا جو کہ ۲۲ اگست سنہ حال کے بعض اخبارات میں حسب ذیل الفاظ میں شائع کیا گیا ہے۔

"مولانا حسین احمد کا یہ سارا بیان از سرتا پا غلط ہے"
"قائد ملت مسٹر محمد علی جناح کا باطل سوز بیان"

شملہ۔ ۱۹ اگست۔ مسٹر محمد علی جناح نے مولانا حسین احمد دیوبندی کی ایک تقریر کے سلسلہ میں جو آپ نے ۱۵ اگست کو غازی آباد میرٹھ میں کی تھی، ایک بیان شائع کرایا ہے۔ مسٹر محمد علی لکھتے ہیں۔

مولانا حسین احمد کے متعلق میں نے سنا ہے کہ انہوں نے اپنی اس تقریر میں کہا ہے عام انتخابات کے موقعہ پر ہم نے مسلم لیگ کی اسلئے مخالفت نہ کی تھی کہ اس وقت ہمیں مسٹر جناح نے یقین دلایا تھا کہ مسلم لیگ کی پالیسی اب بدل گئی ہے اور مسلم لیگ اب آزادی کا حامی ہے۔ لیکن انتخابات ختم ہو جانے کے بعد جب مسٹر جناح نے

ہی یہ کہا کہ وہ گفتگو تو محض ایک سیاسی چال تھی تو ہماری آنکھیں کھل گئیں۔ مسٹر جناح تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بیان از سرتا پا غلط ہے بمسلہ ۱۹۳۶ء میں جمعیۃ العلماء ہند کے بعض ارکان کیوں مسلم لیگ کے ساتھ مل گئے تھے اور لیگ کے اُمیدواروں کی اُنہوں نے کیوں "تائید و حمایت کی تھی اور پھر فوراً وہی لوگ وہ کیوں الگ ہو گئے۔ میرے لئے خود یہ ایک پُراسرار معمہ ہے جسے میں حل نہیں کر سکا۔"

مذکورہ بالا بیان کو دیکھکر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میرے لئے یہ تمام بیان ایک عجیب الشان مایوس کن چیستاں ہو کر رہ گیا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ مسٹر جناح اور اُن کے مراسلہ نگاروں کی قوتِ حافظہ بالکل بیکار ہو گئی ہے اور شدتِ ماؤفیت کی بنا پر وہ صحیح حالات کے انکشاف کے خوف سے بھٹکتے جاتے ہیں۔ یا جان بوجھ کر یہ سب اس یورپین ناپاک پروپیگنڈے کے ماتحت عمل میں لایا گیا ہے جس کی مشق اہلِ لیگ الیکشن کے ختم ہونے کے بعد سے برابر کر رہے ہیں۔ دفعات ذیل ملاحظہ ہوں۔

(الف) ۱۴-۱۵-۱۶ اگست کو میں دیوبند ہی میں دن و رات مقیم رہا۔ کہیں باہر نہیں گیا۔ پھر غازی آباد میں میری تقریر ۱۵ اگست کو کس طرح ہو گئی۔

(ب) کئی سال سے غازی آباد میں مجھ کو کسی سیاسی یا مذہبی تقریر کی نوبت ہی نہیں آئی اور باوجود وہاں کے متعدد حضرات کے تقاضوں کے مختلف اعذار کی بنا پر آج تک مجھ کو وہاں تقریر کرنیکا موقعہ ہی نہیں مل سکا۔ پھر اس افتراء کے کیا معنی ہیں۔

(ج) بیشک ۱۲ اگست کو ناہل ضلع میرٹھ سے واپسی پر میں غازی آباد ہوتا ہوا دیوبند آیا تھا۔ مگر وہاں اُس وقت اتنا موقع ہی نہ تھا کہ کوئی تقریر

کی جاتی۔ گاڑی کا وقت بہت ہی قریب تھا۔ احباب نے ٹھہرنے اور تقریر کرنے پر اصرار ضرور کیا مگر مصروفیتوں کی بنا پر آئندہ کسی وقت پر محول کرنا ہی ضروری سمجھا گیا۔

(د) غازی پاد کے علاوہ مختلف مقامات پر مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ تو کیوں لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ میں الیکشن کے زمانہ میں شریک ہوا۔ اور کیوں آج علاحدہ ہے۔ تو میں نے یہ جواب ضرور دیا کہ ہم کو مسٹر جناح نے یقین دلایا تھا کہ ہم رجعت پسند اور خود غرض لوگوں سے تنگ آ گئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ آہستہ آہستہ ایسے عناصر کو لیگ سے خارج کر دیں اور آزاد خیال ترقی پسند قومی اور مخلص لوگوں کی بھرتی کثرت سے کر کے ان کی آواز کو قوی کر دیں (یہ الفاظ یا اُن کے ہم معنی جواب میں ہمیشہ کہے گئے)

(ہ) میں نے کبھی اور کسی مجلس میں وہ جواب نہیں دیا جو کہ مسٹر جناح کو اُن کے مراسلہ نگاروں نے پہنچایا ہے وہ کہ مسلم لیگ کی پالیسی اب بدل گئی ہے اور مسلم لیگ اب آزادی کامل کی حامی ہے۔ مجھ کو بخوبی معلوم ہے کہ مکمل آزادی کا نصب العین بہزار دقت اگست ۱۹۳۷ء میں لکھنؤ کے اجلاس میں پاس ہوا ہے (اگرچہ عرصہ سے بہت سے غیور اور انتہا پسند مسلمان اس کے کوشاں تھے۔ مگر کامیاب نہ ہوتے تھے) اس وقت میں تو لیگ کا نصب العین فل رسپانسبل گورنمنٹ ہی تھا جو کہ صرف داخلی آزادی تک بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

بیشک مسٹر محمد علی جناح نے نہایت زوردار الفاظ اور طریقوں سے ہم کو اطمینان دلایا کہ رجعت پسند طبقہ اور خود غرض لوگوں کو ہم آہستہ آہستہ لیگ سے نکالیں گے۔ اور آزاد خیال قوم پرست مخلص لوگوں کی اکثریت کی کوشش کرینگے اور ایسے ہی لوگوں کے انتخاب کو عمل میں لائیں گے۔ ہم نے بعد بحث و مباحثہ اس پر اطمینان کیا اور تعاون پر آمادہ ہو گئے۔ جس کی زوردار خواہش مسٹر محمد علی اور اُن کے رفقاء کار کی اُس وقت تھی۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ الیکشن

ختم ہو جانے کے بعد ہی جبکہ لکھنؤ میں بورڈ کی پہلی ہی میٹنگ ہوئی تو مسٹر محمد علی جناح نے اپنے تمام وعدوں کو بھلا دیا اور انتہائی جدوجہد فرمائی کہ اگریکلچرسٹ پارٹی اور انڈیپنڈنٹ پارٹی کو لیگ میں شامل کر لیا جائے۔ حالانکہ ایام الیکشن میں ان پارٹیوں کے ساتھ سخت مقابلہ کرنے کی نوبت آچکی تھی۔ دوران بحث میں جبکہ مولانا محمد میاں صاحب فاروقی الہ آبادی اور مولانا اسمٰعیل صاحب سنبھلی نے مسٹر جناح کو وعدہائے سابقہ یاد دلائے تو جواب میں فرمایا کہ وہ سیاسی وعدے تھے۔ یہ امور اور ان جیسے دیگر امور جن کو میں آئندہ ذکر کروں گا۔ ہمارے لئے سخت مایوسی کا باعث بن گئے اور یقین ہو گیا کہ ہم اس جماعت کے ساتھ نہ تعاون کر سکتے ہیں اور نہ اس میں اخلاص و للٰہیت ہے اس نے ہم کو صرف آلہ کار بنانے کی غرض سے بلایا تھا اور مقصد براری کے بعد صرف رجعت پسندی اور خود غرضی کے ماتحت تمام کارروائیاں کریگی۔ اور مثل سابق سامراج کی موید ہوگی۔ لاحقہ اور سابقہ تجربے بتا رہے ہیں کہ مکمل آزادی کی آواز بھی صرف لفاظی ہی لفاظی ہے۔ عملی کارروائیاں اور اس راستہ میں قربانی سے جان چرانا اور رشوت پروری و اصول جمہوریت سے سرگردانی وغیرہ وغیرہ بتلا رہے ہیں کہ آئندہ کسی قسم کی امید اس جماعت سے بالکل ہی فضول ہے۔

مسٹر جناح فرماتے ہیں "کہ ۱۹۳۶ء میں جمعیۃ العلماء کے بعض ارکان کیوں مسلم لیگ کے ساتھ مل گئے اور لیگ کے امیدواروں کی انہوں نے کیوں تائید و حمایت کی تھی اور پھر فوراً ہی وہ کیوں لیگ سے الگ ہو گئے۔ میرے لئے خود یہ ایک بڑا سربستہ راز ہے جسے میں حل نہیں کر سکا انتہائی تعجب خیز اور حیرت کن ہے۔ کیا مسٹر جناح اور ان کے رفقائے کار مندرجہ ذیل امور کا انکار کر سکتے ہیں۔

(الف) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ خود مسٹر جناح، مولانا شوکت علی، چودھری

عبدالمتین، چودہری خلیق الزماں صاحب، نواب اسماعیل خاں صاحب وغیرہ حضرات
مارچ ۱۹۳۷ء سے آئندہ الیکشن کے لیئے بورڈ وغیرہ بناتے ہیں بیقرار نظر آتے
تھے۔ جلسے اور اجتماعات اس کے لئے کئے جاتے تھے اور ان میں غور کیا جاتا تھا کہ
کس طرح اس میں حسب منشا کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور جس طرح یونیٹی
بورڈ میں کوشش کر کے جمعیۃ العلما کو داخل کیا گیا تھا اور ان کی مختلف جماعتوں میں
صلح کرائی گئی تھی اسی طرح آئندہ بورڈ کے لئے ان کی امداد و اعانت حاصل کرنیکی
مساعی کی جاتی تھیں جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ مسلم عوام پر جمعیت کے اراکین کا اثر
تھا۔

(ب) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ مسٹر جناح نے اراکین یونیٹی بورڈ کو مشورہ دیا کہ
وہ زیر قیادت مسلم لیگ مشترکہ بورڈ بنائیں جو کہ مسلم نیشنلسٹ پارٹی، جمعیۃ علما،
خلافت کمیٹی، احرار پارٹی وغیرہ سب کو حاوی ہو۔ اس کے لئے جلسے خصوصی
کئے گئے اور اراکین جمعیۃ کو بار بار بلایا گیا۔ اور تبادلۂ خیالات اور بحث مباحثہ
کی نوبت آئی۔ اور انتہا پسند جماعتوں اور اشخاص کو متحدہ العمل بنانے اور لیگ میں
شامل کرنے کی بلیغ سعی کی گئی۔

(د) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ دوہا تین اجتماع کے بعد قرار پایا کہ حسین احمد کو
بلایا جائے اور اس کو اس مفاہمت میں شریک کیا جائے اور باوجودیکہ بعض جمعیت
پسندوں نے یہ کہا کہ سبھوں کے ساتھ اشتراک عمل کر سکتے ہیں مگر حسین احمد کے
ساتھ اشتراک عمل نہیں کر سکتے۔ تاہم مجھ کو تار دیکر ملتان سے (جبکہ میں وہاں
بعض جلسوں میں شرکت کی غرض سے گیا ہوا تھا) بلا لیا گیا۔

(ر) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ ملتان سے میرے دہلی پہنچنے پر اراکین جمعیت کا
اجتماع مسٹر جناح کے کمرے میں جبکہ وہ نئی دہلی کے ایک ہوٹل میں ٹھیرے

ہوئے تھے کرایا گیا جس میں حسب ذیل حضرات شریک تھے۔ مولانا کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء۔ مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیۃ العلماء۔ مولانا سجاد صاحب نائب امیر الشریعۃ بہار۔ مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی حسین احمد راقم الحروف اور دیگر حضرات۔

(د) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ صبح کو تقریباً آٹھ بجے سے دس بجے تک تبادلہ خیالات اور گفت وشنید ہوتی رہی اور مسٹر جناح نے زور دیا کہ پارلیمنٹری بورڈ میں شریک ہوکر آپ لوگوں کو الیکشن میں حصہ لینا اور عمدہ سے عمدہ آزاد خیال لوگوں کو امیدوار اور کامیاب بنانا چاہیئے۔ آپ لوگ اس وقت جبکہ آرڈیننس ایکٹ موجود ہے دوسری کوئی صورت ملکی خدمات کی بجز اس کے کہ آزاد خیال قومی لوگوں کو الیکشن میں کامیاب بنائیں اور اُن کو اسمبلیوں کے لئے منتخب کریں نہیں کر سکتے اور اس پر دیر تک بحث ہوتی رہی۔

(ر) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ اراکین جمعیۃ نے جب یہ عذر کیا کہ ہمارا نصب العین کامل آزادی ہے اور لیگ کے اراکین بہت سے رجعت پسند خود غرض لوگ ہیں۔ وہ برطانیہ کے ازلی وفادار اور بہت سے صرف ڈومینین اسٹیٹس تک چلنے والے ہیں۔ ہمارا اُن کا اجتماع کیسے ہو سکتا ہے۔ تو زوردار طریقہ پر فرمانے لگے کہ مولانا ہر شخص کامل آزادی ہی کا عقیدہ رکھتا ہے۔ مگر مصالح وقتیہ کی بنا پر زبان پر نہیں لاتا۔ کامل آزادی دینے سے حاصل نہیں ہوتی وہ صرف دھکیل دینے سے حاصل ہوگی۔ ہم بورڈ میں اکثریت قومی آزاد خیال مسلمانوں کی رکھیں گے۔

(ح) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ مسٹر جناح نے اس مجلس اور اس سے پہلے کی مجالس میں نہایت زوردار الفاظ میں وعدہ کیا تھا کہ ہم مرکزی بورڈ اور صوبجاتی بورڈوں وغیرہ میں صرف آزاد خیال قومی لوگوں کی اکثریت رکھیں گے۔ ہم خود اس

رجعت پسند اور خود غرض طبقہ سے تنگ آ گئے ہیں۔ ہم پوری کوشش کریں گے کہ آہستہ آہستہ ان میں سے ایک ایک کو لیگ سے خارج کر دیں۔

(ط) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ خود مسٹر جناح نے مرکزی بورڈ کے ۵۶ ممبروں میں سے (۲۰) ممبر صرف جمعیۃ العلماء اور دو احرار کے چنے تھے جن میں صدر جمعیۃ۔ ناظم صاحب اور میں بھی تھا۔

(ی) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ مرکزی بورڈ کے ان اسامی میں ان ارکین جمعیۃ و احرار کا نام خود چن کر جبکہ وہ کشمیر میں تھے شائع کرایا اور پھر لاہور کے اجلاس میں دعوتی خطوط بھیجکر سب کو بلایا۔

(ک) کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ میری بلا خواہش اور اسی طرح بغیر خواہش صدر و ناظم جمعیۃ العلماء یہ نام چنے گئے۔ اور پھر میرا نام بلا میری خواہش صوبہ یوپی کی مجالس میں بھی چنا گیا۔ اور باوجود ہر قسم کی مشکلات اور اعذار کے مجھ پر درشت دکام کرتے اور ہر امیدوار کے حلقے میں جانے کا حکم دیا گیا جس کو میں نے بغیر کسی قسم کے لالچ اور نفع مالی کے انجام دیا۔ جس میں تقریباً ڈیڑھ ماہ کی تنخواہ دارالعلوم سے چھوڑ کر کام کرنا پڑا۔ اور مدرسہ سے بلا معاوضہ رخصت لینی پڑی۔

چونکہ میں پہلے جلسوں میں (جو کہ دہلی میں میرے ملتان سے پہنچنے کے پہلے ہو رہے تھے) شریک نہیں تھا۔ البتہ مولانا بشیر احمد صاحب کٹھوری شریک ہوتے تھے اس لئے ناظرین کے لئے میں ان کا بیان پیش کرتا ہوں جس سے امور مندرجہ بالا کی تصدیق ہو گی۔

محترم صدر مسلم لیگ مسٹر جناح سے ابتدائی جو گفتگو ہوئی اس کو سن کر معمولی تعلیم کا آدمی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ارکین جمعیۃ بلا اطمینان حاصل کئے امیدواران مسلم لیگ کی تائید کے واسطے تیار ہو گئے تھے۔ صورت واقعہ یوں پیش آئی کہ ۲۹ مارچ

سلہ ۳۶ء کو جبکہ جمعیتہ علماء صوبہ دہلی کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اُنہیں تاریخوں میں مسلم یونیٹی بورڈ کا اجلاس قیام گاہ سید مرتضیٰ بہادر ایم۔ ایل۔ اے آف مدراس پر شروع ہوا۔ سب سے اوّل اس مسئلہ پر غور کیا گیا کہ چونکہ ہندوستان کے ہر صوبہ میں ایکٹ ۳۵ء کے مطابق الیکشن ہوں گے لہذا مسلم یونیٹی بورڈ کی شاخیں صوبہ وار اور ضلع وار کس طرح قائم کی جائیں تاکہ ہر جگہ سے اُمیدوار کھڑے کئے جاسکیں چونکہ مسلم یونیٹی بورڈ کی ترکیب مختلف جماعتوں کے نمائندوں سے ہوئی ہے۔ لہذا جس ضلع اور صوبہ میں وہ جماعت قائم نہیں ہے وہاں کس طرح مسلم یونیٹی بورڈ قائم کیا جائے۔ بہت دیر تک بحث ہونے کے بعد اس پر غور شروع ہوا کہ اس مقصد کے واسطے کوئی دوسری جماعت بنائی جائے۔ چودھری عبد المتین (جو کہ جناح پارٹی کے بمنزلہ سکرٹری کے تھے) نے فرمایا کہ کسی دوسری جماعت کی ضرورت نہیں۔ مسٹر جناح مسلم لیگ کے ٹکٹ پر الیکشن لڑانا چاہتے ہیں۔ آپ بھی اس میں شریک ہو جائیں۔ اس پر نواب اسمٰعیل خاں صاحب۔ چودھری خلیق الزماں صاحب نے فرمایا کہ مسٹر جناح کا ماحول ایسا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ چودھری عبد المتین صاحب نے فرمایا کہ جناح صاحب وعدہ فرماتے ہیں کہ میں آزاد خیال اُمیدوار لڑانا چاہتا ہوں۔ اس پر کہا گیا کہ یہ اُن کے قبضہ کی بات نہیں ہے اور وہ اس جماعت کو نہیں چھوڑ سکتے اس کی مولانا شوکت علی صاحب نے بھی تائید کی اور اس پر بہت دیر تک بحث ہوتی رہی۔ آخر یہ طے پایا کہ ایک وفد اسی وقت منتخب ہو جائے جو خود جناح صاحب سے اس کی گفتگو کرے۔ چنانچہ نواب اسمٰعیل خاں صاحب۔ مولانا شوکت علی صاحب۔ چودھری خلیق الزماں صاحب سید محمد احمد کاظمی صاحب اور چودھری عبد المتین صاحب منتخب ہوئے۔ ان حضرات نے گفتگو کی اور واپس ہو کر یہ فرمایا کہ جناح صاحب پوری جماعت (کے سامنے گفتگو

کرنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا اس غرض کے واسطے کل گیارہ بجے مولانا شوکت علی صاحب
کی قیام گاہ پر جلسہ ہوگا اور اس میں جناح صاحب بھی شریک ہونگے چنانچہ دوسرے
روز وقت مقررہ پر جلسہ ہوا۔ اس وقت جس قدر حضرات شریک تھے۔ اُن میں
سے جو نام مجھ کو یاد ہیں تحریر کرتا ہوں۔ مولانا شوکت علی صاحب، جناح صاحب۔
چودھری عبدالمتین صاحب، نواب اسماعیل خانصاحب، مولانا مفتی کفایت اللہ
صاحب۔ مولانا احمد سعید صاحب۔ ناظم جمعیتہ علماء، مولانا عنایت اللہ صاحب فرنگی
محلی۔ مولانا عبدالحامد صاحب، سید طفیل احمد صاحب منگلوری، سید محمد احمد صاحب
کاظمی، مولانا منظور النبی صاحب، بشیر احمد صاحب۔ سید ذاکر علی صاحب، چودھری
خلیق الزماں صاحب۔ ان سب کی موجودگی میں گفتگو شروع ہوئی، معمولی بات
چیت کے بعد بحث شروع ہوئی کہ آزاد خیال حضرات کا پارلیمنٹری بورڈ کس طرح
بنایا جا سکتا ہے۔ اس دوران میں اوّلاً جناح صاحب نے ایک مفصّل تقریر بھی فرمائی
اور بڑی قوّت سے ظاہر کیا کہ میں رجعت پسندوں سے تنگ آگیا ہوں اور میں ان
کو بالکل علیحدہ کردینا چاہتا ہوں۔ حتیٰ کہ خود جناح صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ یہ
اس قسم کے رجعت پسند ہیں کہ میری پارٹی میں ہوتے کے باوجود اسمبلی میں گورنمنٹ
کی رائے دیتے ہیں۔ تب ان سے کہا کہ جب مسلم لیگ میں اکثریت رجعت پسندونکی
ہے پھر کس طرح آزاد خیال بورڈ منتخب ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ وہاں چودھری عبدالمتین
صاحب نے ممبران کونسل مسلم لیگ کی فہرست پیش کی اور اس میں غور کیا گیا کہ
آزاد خیال آدمی کس قدر ہیں اور رجعت پسند کس قدر۔ بہت سے نام گنائے گئے
جن نام مجھ کو یاد ہیں جن کو ظاہر کرکے بحث کی گئی۔ سر محمد یعقوب صاحب، سر محمد
یامین خاں۔ مولوی مظہر الدین خصوصیت سے جناح صاحب نے مولوی محمد
یعقوب کو علیحدہ کرنے کو کہا۔ بہرحال یہ گفتگو ہوتی رہی اور سوچا جاتا رہا کہ کیا طریقہ

آزاد خیال بورڈ کے بنانیکا اختیار کیا جائے۔ تب یہ ظاہر کیا گیا کہ اوّل تو رجعت پسندوں کی جماعت وہاں زیادہ جائے گی نہیں اور پھر یہ کہ آزاد خیال آدمیوں کے جانے کی پوری سعی کی جائے۔ تب یہ بتلایا گیا کہ اکثر آزاد خیال آدمی مسلم لیگ کی کونسل کے ممبر ایسے ہیں جو بمبئی جانے کے مصارف برداشت نہیں کر سکتے۔ ان کی تعداد کا اور مصاریف کا اندازہ کیا۔ اس پر جناح صاحب نے وعدہ فرمایا کہ ایسے حضرات کے واسطے میں بمبئی جاکر ایک ہزار روپیہ بھیجوں گا۔ اس کے بعد خواہش تو سب بڑے آدمیوں کی تھی مگر تکلفاً کہنا پسند نہیں کرتے تھے کہ جناح صاحب سے وعدہ لیا جائے چنانچہ میں اور مولانا عنایت اللہ صاحب قریب بیٹھے تھے ان کے اشارہ پر میں نے عرض کیا۔ کہ اور حضرات تو کہنا نہیں چاہتے۔ میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہی پارٹی بمبئی میں زیادہ پہنچ گئی تب آپ کیا کرینگے تو انہوں نے یہ فرمایا کہ اس وقت آپ لوگ یہ کوشش کیجئے کہ پارلیمنٹری بورڈ بنانے میں مجھکو تنہا اختیارات دیدیئے جائیں چونکہ دوسری پارٹی بھی مجھ سے مطمئن ہے وہ اس میں اختلاف نہیں کرینگے۔ تب میں نے مکرر اُن سے کہا کہ احتمال تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُن کو ہمارے ان جلسوں کی خبر ہو جائے۔ اور وہ آپ پر اعتماد نہ کریں۔ لہذا ہم کو یہ بتلایا جائے کہ اگر ہم یا آپ کسی طرح بھی اس میں کامیاب نہ ہو سکے کہ پارلیمنٹری بورڈ آزاد خیال منتخب ہو تو پھر آپ کی پوزیشن کیا ہوگی۔ اس پر بہت جوش کے ساتھ سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ میں کسی طرح بھی اس پر قادر نہ ہوا تو مسلم لیگ کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ آجاؤں گا۔ اس جلسہ پر بے انتہا خوشی کا اظہار کیا گیا۔ اور سب حضرات نے فرمایا کہ ہم یہی چاہتے تھے اور پوری مسرت کے ساتھ جلسہ ختم ہو گیا۔

مولانا شبیر احمد صاحب نے اپنے اس بیان میں جس چیز کا اظہار فرمایا ہے۔ اور

ہم نے جن اُمور کا تذکرہ کیا ہے اُن پر خود مسٹر جناح کا بیان (جو کہ اُنہوں نے بمبئی کرانیکل میں جون ۱۹۳۶ء کو شائع کرایا تھا) مع شیئے زائد روشنی ڈالتا ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل الفاظ کے ساتھ ۵ رفروری ۱۹۳۷ء کو "مدینہ" اخبار میں شائع ہوا تھا۔

(۱) مسلم لیگ کی پالیسی کا مقصد ایک ایسے نظام کو بروئے کار لانا ہے جس کے تحت ترقی پسند اور آزاد خیال مسلمانوں کے اعلیٰ ادارے متحد ہو جائیں۔

(۲) مسلم لیگ موجودہ دستور سے بہتر ایسا دستور حاصل کرنے کے لیے جو سب کو پسند ہو گا کانگریس کا ساتھ دیگی اور حکومت پر دباؤ ڈالے گی۔

(۳) مسلم لیگ اس اصول کو برقرار رکھتی ہے کہ بطور اقلیت مسلمانوں کو کافی تحفظ حاصل ہو۔

(۴) اسمبلی میں لیگ تمام قومی معاملات میں کانگریس سے تعاون کرے گی۔ اور اس کے ساتھ رہیگی۔

لیگ کے صدر کی حیثیت سے میرا خیال ہے کہ ایسے چالاک لوگوں کو جن کا مقصد حکومت کے ماتحت عہدے حاصل کرنا ہے اور جنہیں عوام کے حقوق، ضروریات اور مفاد کی مطلق پرواہ نہیں سیاسی میدان سے نکالدیا جائے۔

لیگ کے مینوفسٹو کی عبارت بھی مندرجہ بالا مضامین کی صاف طور پر تائید اور حمایت کرتی ہے (صفحہ ۸ ملاحظہ ہو)

مانٹیگو چمسفورڈ اصلاحات کے آغاز ادر عمل سے مختلف طاقتیں پیدا ہوئیں اور بروئے کار آئیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو اختیار اس آئین سے حاصل ہو سکتا تھا اس پر صوبوں میں قدامت پسند مائل بر رجعت عنصر نے اس گروہ کے لوگوں کے اشتراکِ عمل کے ساتھ قبضہ کر لیا ہے جن کا مقصد صرف یہی ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں عہدے اور جگہیں مل سکیں انہیں حاصل کریں۔ یہ صورت

گورنمنٹ کے مفید مطلب تھی۔ اس لئے ان دونوں گروہوں کے لوگوں کی اس طرف سے خوب حوصلہ افزائی اور تائید ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ گروہ ترقی پسند اور سمجھدار اور آزاد خیال طبقہ کی راہ میں صرف سنگ راہ ہی نہ بنا۔ بلکہ بالعموم عوام ان کے ہاتھوں لٹے۔ اس طرح رجعت پسند طاقتوں اور شہنشاہی طاقت کا دکھ بھرا تسلط قائم ہوا۔ ہمارا اعلیٰ نظریہ ہے کہ یہ تسلط ختم ہو۔

دوسرے مسودہ میں جو کہ ورکنگ کمیٹی [illegible] ل کرنے کے لئے ہر مجوزہ ممبر کے پاس یو۔پی میں بھیجا گیا۔ مندرجہ ذیل الفاظ تھے۔

"مانٹیگو چیمسفورڈ اسکیم کے قیام اور عمل درآمد سے کچھ ایسی مختلف قوتیں پیدا ہو گئی ہیں جنہوں نے اپنا اثر صوبوں میں قائم کر لیا ہے اور انہیں جماعتوں کے ساتھ ایسے اشخاص و افراد کی ٹولیاں بھی بن گئی ہیں جن کا مقصد و غرض سوائے اس کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ صوبوں میں جہاں کہیں اور جب کبھی بھی ممکن ہو بڑی بڑی سرکاری ملازمتوں اور عہدوں پر دست درازی کریں اور ان پر اپنا قبضہ جمائیں۔

یہ تجویز چونکہ گورنمنٹ کے مقاصد کی معین ہے۔ لہذا ایسی جماعتوں کو ہر طرح کی مدد و حمایت گورنمنٹ سے ملی جس میں یہ لوگ نہ صرف ملک کی اصلی ترقی و بہبود کے مزاحم ثابت ہو رہے ہیں بلکہ سمجھدار اور اہل ملک کو ان کی خود غرضانہ حرکتوں سے نقصان پہنچ رہا ہے مختصر یہ کہ یہ جماعتیں اور یہ اشخاص گویا ملک میں اپنی ایک شخصی جابرانہ حکومت قائم کئے بیٹھے ہیں۔ اور لیگ کا اصلی مقصد یہ ہے کہ اس جبر و استبداد کا پوری طرح انسداد بلکہ قلع قمع کیا جائے۔

مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ مسلم لیگ کے صدر اور ہائی کمانڈ نے انہیں قرار دیا تھا۔ نہ صرف اراکین جمعیت سے بلکہ تمام مسلمانوں سے بھی اس کا اظہار کیا تھا کہ مسلم لیگ کی سابقہ پالیسی بدل گئی ہے۔ اب وہ رجعت پسندوں اور خود غرض لوگوں کو اپنے اندر دیکھنا نہیں چاہتی اور نہ ان کے ساتھ اتحاد عمل کرنے کی روادار ہے۔ وہ ایسا نظام بنانا چاہتی ہے جس میں ترقی پسندوں اور آزاد خیال مسلمانوں کی اعلیٰ ادارے متحد ہو جائیں۔ وہ رجعت پسندوں اور خود غرضوں کو جن کی اکثریت لیگ میں چلی آتی تھی بلکہ تقریباً سب کے سب ممبر لیگ اس زمانہ میں ایسے ہی رہ گئے تھے (خلافت کمیٹی کے بعد سے آزاد خیال مسلمان تقریباً سب کے سب علیحدہ ہو گئے تھے) ترقی پسند، سمجھدار، آزاد خیال طبقوں کی راہ میں سنگ راہ سمجھنے لگی ہے۔ یہی نہیں بلکہ وہ عام مسلمانوں کا بھی اُن کو دشمن اور لوٹنے والے ڈاکو سمجھتی ہے۔ اُن کو برطانیہ کا مددگار اور جابرانہ حکومت چلانے والے جانتی ہے اُن کی خواہش اور سعی یہ ہے کہ اس تمام جماعت کا اور اس کی پالیسی کا قلع قمع ہو جائے اور یہ تسلط ختم ہو جائے اور سیاسی میدان سے ایسے لوگوں کو بالکل نکالا جائے وہ تمام قومی معاملات میں کانگریس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہے جس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ نان کو اپریشن، سول ڈس اوبینس، پرولتاریہ، ہڑتال وغیرہ وغیرہ تمام اُمور میں وہ کانگریس کے ساتھ رہے گی، اس میں کوئی فرقہ واری کشمکش نہ پائی جائے گی۔ یہی تو وہ اُمور تھے جو مسلم لیگ کی تاریخ میں مثل عنقا پائے جاتے تھے۔ اور جس قدر بھی ان کا وجود نظر آتا تھا فقط قول ہی قول کے درجہ میں تھا عمل سے ان کو سروکار نہ تھا۔

مسٹر جناح اور لیگ کے ہائی کمانڈ کے اعلانات اور مواعید نے جمعیۃ العلماء کے اراکین کے قلوب کو جذب کر لیا۔ ان کو لیگ میں اپنی اُمیدوں کی جھلک نظر

آنے لگی۔ اور یہ یقین ہوگیا کہ لیگ کی پالیسی اور طریق کار اب بدل گیا ہے۔ اور اب وہ اپنی گم گردہ متاع کو لیگ میں پا جائیں گے۔ اور مسلمانوں کو کم سے کم یہاں تک لایا جا سکے گا۔ اور اسی ذریعہ سے مسلم قوم کی بے حسی کو دور کیا جا سکے گا۔ یقیناً یہ اعلانات بتلا رہے تھے کہ لیگ کا طریق کار اور پالیسی ہر دو بدل گئے ہیں اور اب مردانہ وار لیگ ہندوستان اور مسلمان کے لیئے میدان میں کود پڑی ہے۔ اسی بنا پر باوجود نصب العین کے اختلاف کے جمعیۃ کے بہت سے اراکین اشتراک عمل کے لئے تیار ہو گئے۔

علماء کو تحریک کے میدانوں میں کود پڑنے کے لیئے ذاتی اغراض اور مالی و جاہی حاجات باعث نہیں ہوئی تھیں اور نہ ان کو آزاد ہندوستان میں عہدہ ہائے حکومت کے حاصل ہونے کی امید تھی ان کو تو اس میدان میں لانے والے اسلام اور ہندوستان کے وہ مصائب و آلام ہیں۔ جنھوں نے تمام ہندوستانی اقوام اور اسلامی دنیا کو زندہ در گور بنا دیا ہے اور اسلامی شوکت و دبدبہ کو مٹا کر اقوام مشرقیہ کو عموماً اور مسلمانانِ عالم کو خصوصاً افلاس اور غلامی کی انتہائی لعنتوں میں مبتلا کر کے مذہب اور روحانیت کو ہر طرف نیست و نابود کر رہے ہیں۔ ان کو نفسانیت اپنی جماعت کی خود پرستی ہوس اقتدار وغیرہ اس طرف جاذب نہ تھی۔ وہ اخلاص اور للہیت کے ساتھ میدانِ عمل میں اترے تھے اور یہی وجہ ہوئی تھی کہ وہ تحریک خلافت میں علی برادران اور ان کے جیسے انگریزی خوانوں کی زیرِ قیادت سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ اپنے جائداد بننے اور راس کے لئے جد و جہد کا کوئی معاملہ کبھی اُن کی طرف سے ہوگا ہو ہی نہیں۔ مسلم کانفرنس میں سر آغاخان کی زیر قیادت شریک ہو گئے تھے۔ تحریک کانگریس میں ۱۹۱۵ء کے بعد سے بکثرت اور اس سے پہلے

۱۹۳۶ء سے بہ قلت کام کرنے لگے تھے حالانکہ کبھی بھی کانگریس کا کوئی صدر عالم نہیں ہوا تھا اسی طرح باوجود مسٹر محمد علی جناح کے صورۃً اور سیرۃً غیر مذہبی ہوتے کے ان کے ساتھ اور انہیں کی زیر قیادت قومی اور ملکی خدمات انجام دینے کے لئے تیار ہو گئے یہ بالکل غلط اور افترا ہے کہ ان کو کسی قسم کی طمع اس سرگرمی تک کھینچ کر لانیوالی تھی آج مسٹر محمد علی میرے قول کو سرتاپا غلط بتاتے ہیں۔ مگر ناظرین ان اعلانات وغیرہ کو ملاحظ فرمائیں۔ کون اور کس کا قول از سرتا پا غلط ہے۔ علماء کو یہ خیال نہیں تھا کہ اتنا بڑا ذمہ دار حیثیت رکھنے والا شخص اس طرح ہاتھی کے دانت دکھا کر الیکشن ہوتے ہی بدل جائیگا۔ اپنے تمام اقوال و مواعید وغیرہ کو یک قلم ترک کردے گا اور سیاسی کروٹ لیکر لارڈ جارج اور برطانوی مدبروں کو بھی مات کردیگا۔

اراکینِ جمعیۃ کی لیگ سے مایوسی اور علاحدگی

(۱) الیکشن کے اختتام کے بعد پارلیمنٹری بورڈ کی ورکنگ کمیٹی اور منتخب شدہ ممبروں کے ۱۳ مارچ والے لکھنؤ کے پہلے ہی اجلاس میں مسٹر جناح نے انتہائی جدوجہد کی کہ اگریکلچرسٹ پارٹی کے تمام کامیاب مسلم اُمیدوار اور اسی طرح انڈی پنڈنٹ پارٹی کے تمام کامیاب ممبر بحیثیت پارٹی لیگ پارٹی میں شامل کرلئے جائیں۔ حالانکہ وہ الیکشن سے پہلے نہ صرف لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہونے سے متنفر تھے۔ بلکہ انھوں نے لیگ کی مخالفت اور اس کے ناکام کرنے میں بھی کوئی کسر باقی نہ رکھی تھی۔ لیگ و کوریس کو میدانِ مقابلہ میں سخت جدوجہد کرنی پڑی تھی۔ ان میں سے متعدد سیٹیوں نے مسٹر جناح کی اسکیم کو باشارہ حکام برطانیہ ٹھکرا دیا تھا۔ حالانکہ مسٹر جناح نے مرکزی بورڈ میں ان کا نام چن لیا تھا اور اعلان بھی کر دیا تھا مگر اُنھوں نے مخالفت کی تھی اور اپنی علیحدگی کا اظہار کیا تھا۔ ان میں بہت سے ایسے

بھی تھے کہ جن کی سیاسی زندگی نہایت تیرہ و تاریک تھی۔ بایں ہمہ مسٹر جناح نے اُن کے داخلہ کا ریزولیشن پاس کرایا اور بار بار اُن کے پاس گئے اور اُن کی آمد کی مُبارکباد دی۔ اس مرتبہ مسٹر جناح بورڈ کے ممبروں کو زوردار طریقے پر دباتے رہے۔ ممبروں کے پروٹسٹ اور احتجاج کو کسی طرح نہ مانا۔ بالآخر ممبران بورڈ جبکہ اس کے پر رضامند ہو گئے کہ ان کو انفرادی طور پر لے سکتے ہیں جماعتی طور پر نہیں اور صرف اُنہیں کو لے سکتے ہیں جن کی گذشتہ زندگی غیر اطمینان بخش نہ ہو تو اس بات کو معلوم کر کے وہ لوگ خود ہٹ گئے۔ بہرحال مسٹر جناح نے اپنی کوششوں میں کوئی کمی نہیں کی اور انتہائی زور دیا کہ ضرور بالضرور تمام مسلم کنڈیڈیٹس کو لیگ پارٹی میں بحیثیت جماعت داخل کر لیا جائے۔ حالانکہ ان دونوں جماعتوں کا مجموعہ لیگ پارٹی سے زیادہ ہوتا تھا۔ بنابریں قوی خطرہ تھا کہ یہ جماعت اپنی من مانی باتیں اپنی اکثریت کی بنا پر پاس کر لیا کریگی اور لیگ پارٹی کو ہمیشہ نیچا دیکھنا پڑے گا۔ اسی بحث و مباحثہ میں مسٹر جناح سے کہا گیا کہ آپ نے تو یہ ظاہر فرمایا تھا کہ ہم رجعت پسند اور خود غرضوں کو سیاسیات کے میدان اور لیگ سے خارج کر دیں گے اور بجائے اُن کے آزاد خیال ترقی پسند مخلص لوگوں کو لیگ میں بھرتی کریں گے تو مسٹر جناح نے فرمایا کہ وہ سیاسی وعدے تھے۔ خلاصہ یہ کہ رزولیشن ان پارٹیوں اور اُن کے ممبروں کے متعلق عمومی رنگ میں پاس ہوا اور مسٹر جناح نے یہ تجویز اس شرط پر پاس کرائی کہ اگر یجسلیجسٹ پارٹی کے جتنے ممبر آنا چاہیں گے وہ بہرحال لے لئے جائیں گے۔ اسی تجویز اور اس قسم کی دوسری باتوں کی بنا پر ۲۷ مارچ کو ورکنگ کمیٹی کا دوسرا اجلاس کرنا پڑا اور ایجنڈے میں منجملہ دیگر تجاویز نمبر ۲ یہ تجویز درج کرنی پڑی

(۲) مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کی اس تجویز پر غور، جو اس نے ان منتخب شدہ مسلم ارکان اسمبلی کو پارٹی میں شریک کرنے کے متعلق منظور کی ہے جو لیگ کے ٹکٹ پر انتخاب کے لیئے نہیں کھڑے ہوئے تھے۔ ایجنڈہ (از دفتر مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ صوبہ متحدہ لکھنؤ۔ مؤرخہ ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء)

ناظرین غور فرمائیں کہ یا تو پُرزور طریقہ پر اعلانات اور وعدے کئے گئے تھے کہ رجعت پسندوں اور خود غرضوں کو سیاسی میدان سے نکال دیا جائیگا۔ آزاد خیالوں اور مخلصوں کا یہ مجمع اور اس میں اکثریت ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ مگر اب بالکل اس کے خلاف زور دیا جا رہا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اُن کو داخل کیا جائے۔

(۲) یکم اپریل ۱۹۳۷ء (جو کہ ایکٹ ۳۵ء کے شروع کا دن تھا) کے متعلق مسٹر جناح نے تمام لیگ کمیٹیوں وغیرہ کے نام اعلان کیا کہ اس دن ہڑتال نہ کی جائے۔ حالانکہ بہت پہلے سے کانگریس اور جمعیت نے تمام ملک میں ہڑتال کا اعلان کر دیا تھا۔ جبکہ ہڑتال کا مقصد اصلی اظہار ناراضگی اور نفرت ہوا کرتا ہے جو کہ عملی طور پر اس کے لیئے بمنزلہ رجسٹری ہوتا ہے اور اس ایکٹ کا قابلِ نفرین ہونا کھلے ہوئے الفاظ میں مسٹر جناح اور اُن کی لیگ تسلیم کر چکی تھی تو پھر ہڑتال سے روکنا بجز رجعت پسندی اور وعدہ خلافی اور کیا معنی رکھ سکتا ہے۔ مینوفسٹو کے اندر جو الفاظ درج ہیں ملاحظہ ہوں

لیگ جہاں کمیونل ایوارڈ کو اس وقت کے لیئے منظور کرتی ہے کہ فرقہ ہائے متعلقہ اس کے کسی بدل پر متفق ہوں۔ وہ نہایت پُرزور طریقہ پر اس دستور کے خلاف احتجاج کرتی ہے جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کی صورت میں ہندوستانیوں پر ان کی مرضی کے خلاف مسلط کیا گیا ہے اور اس کے باوجود کیا گیا کہ انہوں نے بار بار ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور ملک کی مختلف جماعتوں اور انجمنوں نے اس کے خلاف اظہارِ ناراضگی کیا۔

لیگ کی یہ رائے ہے کہ ان حالات کے لحاظ سے جو ملک میں اس وقت پیدا ہیں دستور کی صوبجاتی اسکیم سے جتنا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے وہ حاصل کیا جائے اور اس کے باوجود کہ اس میں بہت سی قابلِ اعتراض باتیں موجود ہیں جن کی وجہ سے گورنمنٹ اور محکمہ انتظام کی تمام تفصیلات میں حقیقی اختیارات اور وزارت اور مجلس وضعانِ قانون کی ذمہ داری بے حقیقت رہ جاتی ہے۔ لیگ کی یہ صاف رائے ہے کہ ہندوستانی وفاق کا منصوبہ جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں درج ہے اساسًا برا ہے اور رجعت پسندانہ ہے مبتذل ہے اور برطانوی ہند اور ہندوستانی ریاستوں کے لیے مضر اور مہلک ہے اور یہ اس غرض کے لئے تجویز کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے محبوب مقصدِ کامل ذمہ دار حکومت کے حصول میں تاخیر ہو۔ لہذا یہ بالکل اس قابل نہیں ہے کہ اس کو قبول کیا جائے۔ اس طرح غیر مبہم اور صریح الفاظ میں اس ایکٹ کے خلاف اظہار ناراضی کرنے کے بعد ہڑتال سے روکنا کیا کوئی معمہ باقی رہنے دیتا ہے اور کیا مسٹر جناح اور لیگ ہائی کمانڈ کی ذہنیت کا پول صاف طور سے سامنے نہیں آجاتا۔

(۳) چونکہ گورنر یوپی نے رجعت پسندوں کی عارضی گورنمنٹ بنائی، تو جناب صدر مسلم لیگ یوپی راجہ سلیم پور کیبنٹ میں داخل ہو گئے اور وزارت پر فائز ہو کر مسلم لیگ کی ذہنیت کا کھلا ہوا مظاہرہ فرما دیا۔

(۴) یوپی مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی میں اسی وزارت عارضی پر عدمِ اعتماد کا ریزولیشن پیش کیا گیا تو بمشکل تمام صرف ایک ووٹ سے پاس ہو سکا۔ اس سے صاف

نمایاں ہے کہ لیگ ہائی کمانڈ کی ذہنیت کیسی ہے اور ان کے نزدیک آزاد خیالی اور ترقی پسندی کی حقیقت کیا ہے۔

(۵) اسی میٹنگ میں مولانا شوکت علی صاحب نے اس علاقے کی وزارت پر علماء کی تحریک کی مخالفت فرمائی جس سے ان کی ذہنیت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

(۶) صدر پارلیمنٹری بورڈ یو پی مہاراجہ سلیم پور نے لیگ سے کھلی ہوئی غداری کی اور جاکر کیبنٹ میں وزارت پر فائز ہو گئے۔ چاہیئے یہ تھا کہ ان کا لیگ سے اخراج کیا جاتا۔ مگر پارلیمنٹری بورڈ کے اجلاس میں جو کہ وزارت کے عرصہ کے بعد منعقد ہوا تھا ان کا استعفےٰ پیش کیا جاتا ہے اور وہ قبول کر لیا جاتا ہے۔ کوئی کارروائی اُن کے خلاف نہیں کی جاتی اور اس کے برخلاف جبکہ میرا استعفےٰ مئی میں پیش ہو چکا تھا۔ اگست میں بجائے اُس کی قبولیت کے اخراج کا اعلان کیا جاتا ہے۔

(۷) جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں جمعیۃ العلماء کے کارکن اور عہدہ دار مسلم لیگ کے پارلیمنٹری بورڈ میں اپنی خواہش سے داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ اُن کو باصرار داخل کیا گیا تھا اور انہوں نے جان توڑ کوشش کر کے مسلم لیگ کے اُمیدواروں کو کامیاب بنوایا تھا صرف اعلانات اور بیانات پر اکتفا نہیں کیا تھا بلکہ عموماً اُمیدواروں کے حلقوں میں دورہ کر کے مسلم عوام پر زور اور اثر ڈال کر کامیابی حاصل کرائی تھی مگر جبکہ بعض ریزولیوشنوں کے پاس کرنے کے وقت مسٹر ظہیر الدین صاحب فاروقی اور دیگر بعض اراکین نے کہا کہ جمعیۃ العلماء نے ہماری مدد کی ہے اور ہم اُس کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔ اس بورڈ کو ان کے خیالات کا اندازہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا چاہیئے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ان کا خیال کانگریس کی تائید میں ہے"

تو مسٹر جناح نے تقریر کی اور اس میں کہا کہ "جمعیت کو یا احرار کو کانگریس کے داخلہ کے مسئلہ پر جبکہ یہ لوگ لیگ بورڈ میں داخل ہو چکے ہیں کوئی حق نہیں ہے

اور یہ ان کی انتہائی بے اصولی ہے"۔ اس پر مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی نے یہ کہا کہ ہم وہ صرف الیکشن کے لئے داخل ہوئے تھے اپنی پارٹیوں، عقیدوں اور نصب العین کو نہیں چھوڑا تھا، ہمیں ہر وقت اس کا اختیار ہے کہ ہم اپنی جمعیتوں کے لائحہ عمل پر غور کریں"۔ اس پر مسٹر جناح نے پھر دہرایا اور زیادہ وضاحت سے تقریر فرمائی جس کا ماحصل یہ تھا کہ جمعیۃ کو سیاسیات میں رائے قائم کرنیکا کوئی حق نہیں ہے یہ تقریر نہایت تلخ اور جمعیۃ کے لئے نہایت تذلیل کن تھی۔ ناظرین کو معلوم ہے کہ احرار پارٹی کے منتخب شدہ ممبران مرکزی پارلیمنٹری بورڈ سے تو اول ہی سے مشتبہ ہو گئے تھے اور صوبہ پنجاب کے لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے معاملات کو دیکھکر تو وہ بالکل ہی علاحدہ اور مستقل ہو کر کارروائی کر رہے تھے۔ مگر جمعیۃ کے متعدد اراکین نے آخیر تک بہت زیادہ جانفشانی کی تھی۔ تاہم وہ سب انفرادی طور پر تھی۔ جمعیۃ العلما کے کسی اجلاس عمومی اور خصوصی یا اس کی ورکنگ کمیٹی نے بحیثیت جمعیۃ لیگ کی کسی جماعت میں داخلہ نہیں کرایا تھا اور نہ داخلہ کا رزولیوشن پاس کیا تھا اگر بالفرض اراکین جمعیت کو کسی ایسے مسئلہ پر غور وخوض کا استقلالی طور پر حق نہیں ہو سکتا تھا تو صرف انہیں افراد کو نہیں ہو سکتا تھا جو کہ لیگ کی کسی جماعت میں داخل ہو چکے تھے نہ کہ جمعیۃ العلماء کو بحیثیت جمعیۃ، پھر مسٹر جناح کو حق نہیں تھا کہ وہ جمعیۃ کے طرز عمل پر نکتہ چینی کریں۔ علاوہ ازیں ان کا یہ ارشاد کہ جمعیۃ کو سیاسیات میں رائے قائم کرنیکا کوئی حق نہیں ہے اور وہ بھی تذلیل کن لہجہ میں کس قدر آزاردہ اور بے اصولی اور انتہائی تکبر اور انانیت پر مبنی اور ہر طرح مایوس کن ہے جمعیۃ نے سیاسی اور مذہبی خدمات مہتمہ آج تک انجام دی ہیں ان کو جمعیۃ کے ریکارڈ اور ملک سے پوچھیئے اور پھر جس قدر قربانیاں اس راہ میں پیش کی ہیں مسلم لیگ ان کا عشر عشیر بھی تمام عمر میں پیش نہیں کر سکتی۔ تعجب ہے کہ اراکین لیگ کو سیاسیات میں رائے قائم کرنے کا حق ہو خواہ وہ کتنی ہی ملک اور قوم کے حق میں ضرر رساں

کارروائی کریں اور ارکین جمعیۃ کو کوئی حق نہ ہوگا۔ گویا کہ وہ اس ملک کے باشندے نہیں ہیں۔ اور نہ ان کو اس میں زندہ رہنے اور زندگی کے اسباب وعلل اور طریق پر غور کرنے کا استحقاق ہی ہے اور وہ ارکین جمعیۃ العلماء کو جن کو باصرار تام سیاسیات کی طرف کھینچا گیا تھا۔ نیز سیاسیات میں حصّہ نہ لینے کی وجہ سے ان پر تشنیع اور الزامات کی بھرمار کی جاتی تھی۔ نیز مسلم عوام سے اپنی بات منوانے کے لیے اُن کی ہر طرح کی منت وسماجت عمل میں لائی جاتی تھی۔ نیز وہ بے شمار قربانیاں بھی پیش کر چکے تھے اُن کو کوئی حق نہ ہو۔

اُمور مذکورہ بالا اور ایسے متعدد اُمور مسلم لیگ کی سابقہ پالیسی کو جس پر اس کا سنگ بُنیاد رکھا گیا تھا یاد دلانے والے اور یقین دلانے والے ہیں کہ مسلم لیگ ہرگز ملک اور قوم کی بہتری کے لیئے جدّ وجہد کرنیوالی جماعت نہیں ہے اور نہ آئندہ اس سے کوئی اُمّید رکھی جا سکتی ہے بلکہ نہایت مضرّت رساں اور مایوس کن جماعت ہے۔ مذکورہ بالا امور کے لئے مولانا محمد میاں فاروقی الٰہ آبادی کا بیان ذیل پوری روشنی ڈالتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

(۱) ۱۲ر مارچ کو الیکشن ختم ہونے کے بعد سب سے پہلی ورکنگ کمیٹی اور منتخب شدہ ممبران اسمبلی کی میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں جناح صاحب نے سب سے پہلے جس چیز کی کوشش کی وہ یہ تھی کہ رجعت پسند حضرات سب کے سب شریک ہو جائیں اور بیا وجود آزاد خیال حضرات کی شدید مخالفت کے قرارداد داخلہ کی اجازت کی عمومی رنگ میں پاس ہوئی۔ لیکن جناح صاحب نے وہ قرارداد اس شرط پر پاس کرائی کہ زرعی پارٹی (اگریکلچرسٹ پارٹی) کے جتنے ممبر آنا چاہیں گے وہ بہر حال لے لئے جائیں گے اور اس کا وعدہ نہ لینے کے بعد زرعی پارٹی سے

ملے اور اُن کی آمد کی مُبارکباد دی ۔ مگر کوئی اب تک آیا نہیں ۔

(۲) اس کے بعد جب دوسری ورکنگ کمیٹی ہوئی تو اس میں خلیق صاحب نہ تھے ۔ اس جلسہ نے کانگریس سے مصالحانہ گفتگو کرنے کا حق خلیق صاحب کو دیدیا ۔

(۳) پھر ورکنگ کمیٹی کا جلسہ ہوا جس میں وزارت (عارضی وزارت) یا عدم اعتماد کی قرارداد صرف ایک ووٹ سے کامیاب ہوئی ۔ شوکت صاحب نے بھی اس کے خلاف ووٹ دیا اور انتہائی دقت سے یہ تحریک پاس ہو سکی ۔

(۴) پھر بورڈ کی میٹنگ ہوتی ہے جس میں اور باتوں کے علاوہ ظہیر فاروقی صاحب کے اس کہنے پر کہ جمعیۃ العلماء نے ہماری مدد کی اور ہم اس کی وجہ سے کامیاب ہوئے اس بورڈ کو اُن کے خیالات کا اندازہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا چاہیئے ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس کا خیال کانگریس کی تائید میں ہے وغیرہ وغیرہ ۔

خلیق صاحب نے ایک تقریر کی جس میں یہ کہا کہ جمعیۃ کو یا احرار کو کانگریس کے داخلہ کے مسئلہ پر جبکہ یہ لوگ بورڈ میں داخل ہو چکے ہیں کوئی حق نہیں اور یہ ان کی انتہائی بے اصولی ہے ۔ مولانا اسماعیل صاحب نے یہ کہا کہ ہم صرف الیکشن کے لئے داخل ہوئے تھے ۔ اپنی پارٹیوں عقیدوں اور نصب العین کو نہیں چھوڑا تھا ۔ ہمیں ہر وقت اس چیز کا اختیار ہے کہ ہم اپنی جمعیتوں کے لائحہ عمل پر غور کریں ۔ اس پر خلیق صاحب نے پھر جواب دوہرایا اور زائد وضاحت سے تقریر فرمائی جس کا ماحصل یہ تھا کہ جمعیۃ کو سیاسیات میں رائے قائم کرنے کا کوئی حق

نہیں۔ یہ تقریر نہایت تلخ اور جمعیۃ کے لئے نہایت تذلیل کُن تھی
اسی پارلیمنٹری بورڈ میں راجہ صاحب سلیم پور کا استعفےٰ بھی تھا۔ وہ
نکالے نہیں گئے اور نہ ان کے خلاف تعزیزی کارروائی کی گئی بلکہ وہ
منظور کر لیا گیا۔ اس میں یہ قرارداد پاس ہوئی کہ کانگریس پارٹی سے
مسلم لیگ پارٹی اسی وقت اتحادِ عمل کر سکتی ہے جبکہ کانگریس اس کا
عہد کرے کہ کمیونل ایوارڈ اور جداگانہ انتخابات میونسپلٹیوں میں
قائم رکھے گی۔ جب تک کہ کوئی متفقہ فیصلہ نہ ہو جائے گا اور موجودہ
آئین توڑنے کی کوشش نہ کرے گی "

مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلی ایم۔ ایل۔ اے کا بیان بھی ملاحظہ ہو۔
۱۹۳۶ء میں مسلم الیکشن کے سلسلے میں جبکہ مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کی
تشکیل عمل میں آئی تو ہم لوگ اس بورڈ میں صرف اس توقع پر داخل
ہوئے۔ تھے کہ یہ جماعت آزاد خیال افراد پر مبنی ہوگی۔ اور اس کی
تمامتر کوشش اور مساعی آزادیٔ وطن اور رجعت پسند طبقہ کو زیر کرنے
کے لئے ہونگی، چنانچہ صاف اور واضح الفاظ میں مسٹر محمد علی جناح
نے اس بات کا وعدہ کیا اور ہر طرح جماعتِ علماء کو اس بات کا
اطمینان دلایا اور بڑی حد تک الیکشن کے زمانہ میں اس وعدہ کی پابندی
بھی کی گئی لیکن الیکشن سے فارغ ہونے کے بعد فوراً ہی جناح
صاحب نے (جو کہ اس بورڈ کے ڈکٹیٹر مطلق تھے) نہ معلوم کن
مخفی وجوہ کی بنا پر اپنی روش بدل دی اور باوجود ہماری زبردست
مخالفتوں کے انہوں نے اس رجعت پسند طبقہ کو شامل کرنا چاہا
جس سے دورانِ الیکشن میں مقابلہ رہا تھا اور اس مسلم لیگ پارلیمنٹری

بورڈ کو جو مسلم لیگ جمعیۃ علماء ہند مجلس احرار اور کانگریس کے ممبران سے ترکیب
دیا گیا تھا۔ کانگریس کے بد مقابل بنانے کی انتہائی کوشش کی اور
کانگریس کو خالص ہندوؤں کی جماعت کہنا شروع کیا۔
جب ہم نے اس معاملہ میں اس معاملہ میں احتجاج کیا اور جناح صاحب کو
اُن کے مواعید یاد دلائے اور بتلایا کہ جماعتِ علمار اس بورڈ میں صرف
اس بنا پر داخل ہوئی تھی کہ کانگریس کے ساتھ ملکر آزادیٔ وطن کے
لئے کوشش کی جائے گی اور رجعت پسند طبقہ کو ایک ایک کر کے علیحدہ
کردیا جائیگا اور یہ صرف آزاد خیال لوگوں کی جماعت رہیگی۔ آج آپ
رجعت پسندوں کو اس میں داخل کر رہے ہیں اور کانگریس کے ساتھ
بجائے اشتراکِ عمل اور اتحادِ عمل کے جو آپ کے مینوفسٹو میں درج ہے
مخالف جا رہے ہیں۔ تب جناح صاحب نے اور بعض دوسرے
لوگوں نے بورڈ کی میٹنگ میں ہتک آمیز رویہ اختیار کیا اور کہا کہ ہمارے
سالیے وعدے ایک سیاست تھی۔ علمار سیاست سے بالکل ناواقف
ہیں۔ علمار کی شرکت اور اُن کی مساعی سے ہم کو الیکشن میں کامیابی
نہیں ہوئی بلکہ ہمارے مینوفسٹو کی وجہ سے ہم کو کامیابی ہوئی تھی۔ اگر
جماعت علمار ہمارے اس طرزِ عمل کو نہ پسند کرے تو ہمیں مطلق اس کی
پروا نہیں ہے۔ اس قسم کی اور باتیں بھی کہی گئیں۔ میں خود جناح صاحب
کی تقریر بوجہ انگریزی میں ہوتے کے پورے طور پر نہیں سمجھ سکتا تھا
لیکن اُسی وقت مجھ کو اس تقریر کا مفہوم اور مطلب ظاہر صاحب میرٹھی
اور بعض دوسرے لوگوں نے بتلایا۔"
مذکورہ بالا توضیحات سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا اسباب تھے

جن کی بنا پر متعدد اراکین جمعیۃ العلما لیگ پارلیمنٹری بورڈ میں داخل ہوئے تھے۔ اور کن اسباب کی بنا پر علیحدہ ہوئے یا کئے گئے۔ مسٹر جناح کا اس کو معمہ قرار دینا اور اُس کو حل نہ کر سکنا باوجود اُمور مذکورہ بالا ایک برطانوی سیاست ہے جس پر آج حضراتِ لیگ فخر و ناز کرتے ہیں۔ یقیناً ایسی سیاست سے جماعتِ مسلمہ کو پناہ مانگنی چاہیئے جس کا مدار تکبر، نخوت، غرور، وعدہ خلافی، غدر، کذب، افترا وغیرہ رذیل امور پر ہو، سیاست کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر دو چار دن کامیاب ہوئی تو چند دنوں کے بعد ہی اس کا قلع قمع ہو جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یورپ کی ابلیسانہ سیاست کے لئے ایسے ہی شخص کی ضرورت ہے جو کہ یوروپین اور ایشیائی اقوام کے ساتھ محض ابلیسانہ کارروائی کرے اور ان کے نفاق و غدر وغیرہ کا مقابلہ اسی طریقہ پر کرے۔ مگر یہ غلط ہے اور عادتِ خداوندی کے خلاف ہے۔ خداوند کریم نے نمرود، شداد، فرعون، کفار قریش، کفار بنی اسرائیل جیسے غداروں، مکاروں ظالموں کے مقابلہ میں ان جیسا ابلیس و شیطان نہیں بھیجا بلکہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہم و علیٰ آلہم و صحبہم وسلم جیسے راست گوؤں راست بازوں راستی پر رہنے اور چلنے والوں کو بھیجا اور سب کی اصلاح کرائی۔ اور حق کو فروغ اور باطل کو مضمحل کر دیا۔ درخت اپنے پھل اور پتوں سے پہچانا جاتا ہے۔ جب تک کہ الیکشن ختم نہیں ہوا تھا، اُس وقت تک اخباروں، پمفلٹوں، لکچروں وغیرہ میں برطانیہ اور ایکٹ ۱۹۳۵ء سے بیزاری اور سخت نفرت کا اظہار کیا جاتا تھا۔ کانگریس کی رفاقت اور آزادیٔ وطن کی شدید حمایت کا اعلان ہوتا تھا، غدارانِ وطن، جاہ پرست، خود غرض عہدوں کی تلاش کرنیوالوں، رجعت پسندوں، برطانیہ کے حامیوں کی سخت سے سخت مذمت کی جاتی تھی اور سخت بیزاری کے الفاظ اُن کے حق میں بولے جاتے تھے۔

اور وعدہ کیا جاتا تھا کہ اُن کو ایک ایک کر کے نکال پھینکا جائے گا۔ مگر جب دیکھا کہ کانگرس چھ سات صوبوں میں بیجا رٹی میں آ گئی تو تمام باتیں نیست و نابود ہو گئیں اور جس طرح برطانیہ کے ایوان میں زلزلہ پڑ گیا اسی طرح یا اس سے زائد لیگ کے ایوانوں میں زلزلہ پڑ گیا اور غیر ظاہر اسباب کی بنا پر جن کو ہر سمجھدار سمجھ سکتا ہے، جو لوگ اس وقت تک لیگ اور اُس کے صدر اور رہائی کمانڈ اور اُس کی پالیسی اور سرگرمی کے انتہائی مخالف تھے۔ اور اسی طرح جن جن پریسوں نے لیگ کی مخالفت میں ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا کر کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا تھا۔ بالخصوص وہ اخبارات جو کہ ہمیشہ برطانیہ پرستی اور تفرقہ اندازی میں پیش پیش رہے تھے اور وہ خطاب یافتہ اور پنشن پانے والے حضرات جن کا فرض اصلی برطانیہ کی نمک حلالی اور اس کا راگ گاتے رہنا تھا۔ اور وہ ملازمت پیشہ حضرات اور ان کے اقارب واعزہ جن کا دین مذہب برطانیہ ہی تھا سب کے سب فوجاً فوجاً جوق در جوق لیگ میں داخل اور مسٹر جناح کے کلمہ گو بن گئے۔ لیگ کے مراکز سے نہ صرف تفرقہ اندازی کی بلکہ دہشت اندازی اور دشنام طرازی، افترا پردازی، بد تہذیبی کی بھی لپٹیں اٹھنے اور چنگاریاں منتشر ہونے لگیں، جدھر دیکھو ادھر مسٹر جناح اور اُن کے نئے نئے اتباع مولانا ظفر علی خاں صاحب، مولانا مظہر الدین صاحب مدیر الامان، انقلاب و احسان، مولانا اکرم خاں صاحب، مولانا حسرت موہانی، مولانا آزاد سبحانی وغیرہ وغیرہ نے ایسی پلٹی کھائی کہ اُن کی شرر بار تقریر اور تحریر سے فضاء ہندوستان انتہائی مسمومیت کے دلدل میں پھنس کر رہ گئی۔ مسٹر محمد علی جناح اور اُن کی پارٹی جو کہ ۳۷ء کے الیکشن کے بعد سے مرکزی اسمبلی میں کانگریس کے ساتھ ہو کر برابر دو سال تک گورنمنٹ کو شکستوں پر شکستیں دے رہے تھے۔ اور جو کہ ۱۹۳۶ء کے اجلاس مسلم لیگ بمبئی اور پارلیمنٹری

بورڈ کے مینوفسٹو اور پروگرام وغیرہ کی بنا پر کانگریس کے بالکل قریب تر ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ہر ایک کے کارکنوں نے دوسرے کے کنڈیڈیٹوں کی ایام الیکشن میں بہت زیادہ مدد دی تھی۔ یکبارگی ایسے پلٹے کہ الامان والحفیظ۔ لکھنؤ کے اجلاس کا سارا خطبہ کانگریس کی مذمتوں اور اس پر تنقیدات سے بھر دیا گیا۔ اسمبلی میں برابر کوشش جاری رکھی کہ جس طرح ممکن ہو گورنمنٹ برطانیہ کو کامیابی اور کانگریس کو شکست دیجائے۔ خواہ کسی ایسے مسئلہ میں ہو جو کہ سراسر ملک اور قوم کے لئے یا مذہب کے لئے ضرر رساں ہو یا دونوں کے لئے۔ چنانچہ شریعت بل کا انعقاد، زنجبار کی لونگوں کا معاملہ، آرمی بل وغیرہ کی کھلی کھلی کارروائیاں شاہد عدل ہیں اور بالخصوص آرمی بل نے تو پردہ بالکل ہی اٹھا دیا اور حقیقت آشکارا ہو گئی جس سے خلاف ملک و مذہب برطانیہ کو اس قدر کامیابی دی گئی کہ اس کے تمام ہائی کمانڈ اور حکومت انگلستان اور ہندوستان کے اعلیٰ عہدیدار لیگ پارٹی اور اس کے صدر کے انتہائی درجہ میں شکرگزار اور ممنونِ احسان ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان تمام باتوں میں برطانیہ کی خفیہ سازشیں اور اس کے دیوانڈ اینڈ رول کا ہاتھ ہے۔ یا مسٹر جناح اور ہائی کمانڈ کی جاہ طلبی اور انانیت کا کرشمہ ہے یا کانگریس کے بہت سے اعلیٰ کارکنوں کے متکبرانہ الفاظ (جو انہوں نے کانگریس کی چھ صوبوں میں کامیابی کے وقت میں الاپے تھے) یہ شگوفے کھلا رہے ہیں۔ یا وہ تلخ مضامین کا سلسلہ جو مسٹر جناح اور پنڈت جواہر لال نہرو کے درمیان میں اخبارات میں چھڑ گیا تھا یہ گل کھلا رہا ہے یا اور کوئی اندرونی راز ہے جس تک ہماری طبیعت نارسا نہیں پہنچ سکتی۔ بہرحال تنظیم قوم مسلم کے نام سے یہ تمام ناگزنی اور ناگفتنی کارروائیاں جاری ہیں۔ اور فرقہ داری کی آگ نہایت زوروں پر جاری کر کے برطانیہ کی امداد اور آزادی کو دور تر بنایا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیگ نے

کابل آزادی کی تجویز پاس کر دی ہے۔ مگر اس کی عملی کارروائی پر تو شاعر نظامی کے مندرجہ ذیل اشعار صادق آ رہے ہیں۔

اے گرفتار پنجۂ صیاد — کیوں سناتا ہے نغمۂ پرواز
سب سمجھتے ہیں تیرے مطلب کو — بانگ آزادی میں چھپا ہے راز
تیلیاں اُس کی اور کستا ہے — نہیں کرتا در قفس کو باز

الحاصل ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور والا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ سے تحریکات خلافت وجمعیۃ وغیرہ کے سخت سے سخت مخالفت کرتے ہوئے امن سبھا وغیرہ کے پُرزور مساعی اور برطانیہ کے انتہائی وفادار نظر آتے تھے اور جو لوگ قومی کارکنوں پر ہمیشہ انتہائی مظالم کرتے اور گورنمنٹ سے کراتے تھے جو جو حضرات اپنی اور اپنے اعزّہ کی ملازمتوں اور عہدوں اور خطابات کرسی وغیرہ کی بنا پر گورنمنٹ کے محکموں اور بنگلوں کا ہمیشہ طواف کیا کرتے تھے۔ جو لوگ سیاسیات میں حصہ لینا گناہ عظیم اور شورش خطیر سمجھتے اور کہتے تھے۔ جو لوگ لیگ کی مذمت میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے تھے۔ جو لوگ سیاسیات اور ملکی کارروائیوں میں کبھی زمانہ میں نہ حصہ لیتے تھے اور نہ کوئی بصیرت رکھتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ آج مسلم لیگ کا دم بھرتے ہوئے اور کانگریس کو اکھاڑتے پچھاڑتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ نیشنلسٹ مسلم اشخاص کے لئے اُن کے زبان قلم وغیرہ میں کوئی گندہ لفظ نہیں جو استعمال نہ کیا جاتا ہو۔ بہر حال یہ البتہ ایک معمہ اور عجیب کرشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلم قوم کو اُس کے نتائج بد سے بچائے۔ ورنہ مسلمانوں کا مستقبل نہایت تاریک دکھائی دیتا ہے۔ والی اللہ المشتکی۔

میں آخر میں تمام مسلمانوں اور بالخصوص اُن کے سمجھدار طبقہ سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اصلی اور حقیقی واقعات پر غور کریں اور لیگ کے ہائی کمانڈ اور اُس

کے صدر کی مذہبی اور دنیاوی، سیاسی اور عملی قومی اور شخصی زندگی اور اقوال و افعال پر گہری نظر ڈالیں ... اگر ان کے نزدیک یہ جماعت اور اس کا صدر صادق مخلص، ایثار و قربانی کرنیوالا، جذبات آزادی و ہمدردئ قوم پر مرمٹنے والا قابل اعتماد و اعتبار معلوم ہو، اور اس کا پروگرام لائق عمل دکھائی دے تو نہایت سرگرمی سے اتباع کریں۔ ورنہ قوم اور ملک اور مذہب کو برباد نہ کریں۔ اور آخرت کے عذاب سے بچیں۔

یآایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

کس نیاید بزیر سایۂ بوم ورہما از جہاں شود معدوم

واللہ الموافق

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

ضمیمہ

بعض شبہات کا جواب

بعض معزز دوستوں نے اعتراض کیا حسین احمد نے خود اُن ایام میں کہ پارلیمنٹری بورڈ میں کنڈیڈیٹ نامزد کیے جاتے تھے۔ دو خان بہادروں کے لئے جان توڑ کوشش کی اور اُن کو لیگ کے ٹکٹ پر کھڑا کیا جس کے متعلق بورڈ میں دوسرے اُمیدواروں کے ساتھ محاکمہ اور جھگڑوں کی نوبت آئی۔ اس کے متعلق میں غلط فہمی کو دور کر دینا چاہتا ہوں

(الف) ہر خان بہادر اور خطاب یافتہ رجعت پسند اور برطانیہ پرست نہیں ہے۔ خانبہادر بشیر الدین صاحب مدیر "البشیر" اٹاوہ بھی خان بہادر ہیں۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ آزاد خیال ترقی پسند قومی آدمی نہیں ہیں۔ یا خان بہادر سید بشیر الدین صاحب آف کانپور بھی خانبہادر ہیں جو کہ عرصہ سے کانگریس میں نہایت سرگرمی کے ساتھ قومی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ اس لئے خطاب سے استدلال کسی کی ٹوڈیت پر نہیں کیا جا سکتا۔ خان بہادر سعید الدین صاحب آف پرتاب گڈھ کے متعلق بہت کچھ اشاعتیں کی گئیں حالانکہ وہ ہمیشہ سے کانگریس اور قومی خدمات میں نہایت سرگرم کارکن رہے ہیں اور آج بھی لیگ پارٹی کے طرز عمل سے بیزار ہو کر کانگریس کیساتھ اسمبلی میں کام کر رہے ہیں۔

(ب) یہ دونوں اشخاص باوجود خانبہادر ہونے کے آزاد خیال، قوم پرور، ترقی پسند اشخاص تھے اور اُن کی حالت ہرگز رجعت پسندوں جیسی برطانیہ پرستی میں نہ تھی۔ انہیں سے ایک صاحب وہ تھے جنہوں نے مولانا محمد علی صاحب مرحوم کی زیر قیادت علیگڈھ یونیورسٹی کو چھوڑ کر جامعہ ملیہ میں جگہ لی تھی اور مولانا محمد علی صاحب کی گرفتاری کے بعد بی اماں مرحومہ کیساتھ ملک میں عرصہ دراز تک دورہ وغیرہ کرتے رہے تھے۔ اور رلیجک کے زمانہ

ہیں جب کونسل کے ممبر تھے اُس وقت بھی ڈیموکریٹک پارٹی میں شامل ہو کر بہت سے
ریزولیوشنوں میں گورنمنٹ اور اُس کے ٹوڈیوں کی مخالفت کرتے رہے۔ کبھی بھی نواب
محمد یوسف صاحب وغیرہ جیسے رجعت پسندوں کے منت کش نہیں ہوئے اور نہ انکی
کورانہ تقلید کرتے ہوئے کبھی قوم اور وطن کی بیخ کنی کی۔ دوسرے صاحب بھی
اگرچہ بوجہ زمیندار اور رئیس ہونے کے علانیہ طور پر قومی پلیٹ فارم پر نہیں آئے تھے
مگر قومی خدمات میں حتیّ الوسع حصہ ضرور لیتے رہتے تھے۔ اور آزاد خیال تھے۔ دونوں
حضرات اگریکلچرسٹ پارٹی سے بالکل علیحدہ تھے۔ کوئی بھی ان میں سے کبھی سر یعقوب
سرامین ڈاکٹر شفاعت احمد خاں وغیرہ جیسا نہیں رہا۔

(ج) ان کے بالمقابل جو لوگ کھڑے تھے وہ یا تو نہایت گرے ہوئے رجعت
پسند تھے یا محض ذاتی عداوت کی وجہ سے ان کی نامزدگی کی بنا پر نیز ان کو بورڈ سے
نکلوانے اور بدنام کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ نفسانی اغراض کام کر رہی تھیں۔
حالانکہ نامزدگی سے پہلے ان حضرات پر پیش کیا گیا تھا کہ تم لیگ کے ٹکٹ پر اس حلقہ سے
کھڑے ہو جاؤ۔ مگر انہوں نے قبول نہ فرمایا تھا۔ بورڈ کے نامزد کرنے کے بعد انتقامی
جذبات نے اُن کو ان حلقوں سے کھڑے ہونے پر آمادہ کیا تھا۔

(د) پارلیمنٹری بورڈ کے اجلاس کی نامزدگی کی تاریخ تک ضلع سہارنپور کے چاروں
مسلم حلقوں میں کوشش کی گئی کہ کوئی بھی ایسا آزاد خیال اکسٹیمسٹ لیگ کے نام پر
کھڑا ہو جائے جو کہ اپنی مالی طاقت رکھتا ہو محض بورڈ کے سہارے پر نہ کھڑا ہو۔ سوائے
ایک شخص کے جن کا مطالبہ شہر سہارنپور کے شہری حلقہ کا تھا کوئی اور کھڑا نہ ہوا۔ یہ
دونوں خانبہادر کھڑے ہونے والے تھے۔ مگر نہ لیگ کے ٹکٹ پر نہ اگریکلچرسٹ پارٹی کے
ٹکٹ پر بلکہ انڈیپنڈنٹ کھڑے ہونا چاہتے تھے۔ بالآخر مجبور ہو کر اُنہیں کو آمادہ کیا گیا
اور بالکل آخری شب میں چند دنوں کی کوشش کے بعد کامیابی ہوئی۔ اور یہ دونوں

لیگ کے مینوفسٹو کو مانتے ہوئے اُن کے پلیج پر دستخط کرنے اور لیگ کے ٹکٹ پر کھڑے ہونے کے لئے راضی ہوئے۔ یہیں یہی عرضی الیکشن بورڈ کے اجلاس میں پہنچا۔ ان کی عرضی پیش ہو جانے کے بعد دوسرے اشخاص معاندانہ طریقہ پر تیار ہوئے جس کا مقدمہ خصوصی اور عمومی اجلاسوں میں پیش ہوا اور مجھکو تمام تفصیلات ذکر کرنے کی نوبت آئی۔ افسوس کہ ان باتوں کو بالکل نظر انداز کر کے لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُن دو شخصوں کو بمجبوری پیش کیا گیا تھا اور پھر اُنہوں نے لیگ کے مینوفسٹو اور پلیج کو تسلیم کیا تھا۔ رجعت پسندی اور خود غرضی کی انتہائی پستی میں کبھی بھی نہیں تھے۔ لیگ کے عقیدہ اور عمل پر پوری طرح تیار ہو گئے تھے۔ اُن کی گذشتہ زندگی برطانیہ پرستی کی شرمناک سرگرمیوں سے خالی تھی۔ اُن کے پارٹی میں داخل ہونے سے ٹوڈیوں کی اکثریت نہ مقدار میں ہوتی تھی اور نہ کیف و اثر میں۔ بخلاف اس عمل کے جس کو مسٹر محمد علی جناح نے الیکشن کے بعد سے اختیار کیا (۱) بجائے اسکے کہ رجعت پسند اور خود غرض لوگوں کو جنھوں نے مرکزی اسمبلی میں مسٹر جناح اور اُن کی پارٹی کے خلاف گورنمنٹ کو ووٹ دئے تھے حسب وعدہ لیگ سے نکالتے اور الٹا ایسے ہی لوگوں کو داخل کرنا چاہا (۲) اُن لوگوں کو داخل کرنا چاہا جو انگریز پرستی کے اعلیٰ درجہ اور چوٹی کے اشخاص اور کارکن تھے یعنی جو اگریکلچرسٹ پارٹی اور سابقہ وزارت کے کابینٹ کے ذمہ دار حضرات تھے۔ (۳) اُن لوگوں کو داخل کرنا چاہا جنھوں نے بجائے لیگ کے مینوفسٹو اور پلیج کے ماننے کے ایام الیکشن میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انتہائی دشمنی کا ثبوت پیش کیا تھا (۴) اُن لوگوں کو داخل کرنا چاہا جو کہ بحیثیت پارٹی مسلم لیگ کے خلاف عقیدہ رکھتے تھے (۵) اُن کو بحیثیت پارٹی داخل کرنا چاہا (۱) اُن سب لوگوں کو داخل کرنا چاہا کہ اگر وہ آجاتے تو لیگ پارٹی اقلیت میں آجاتی اور وہ سب کے سب غالب ہو جاتے

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

یہ واقعہ تو اُس وقت کا ہے جبکہ الیکشن کے بعد یو پی لیگ بورڈ کی پہلی میٹنگ میں مسٹر جناح سے سر تم

کی کوشش رجعت پسندوں کے داخلہ کی فرمائی تھی مگر اس کے بعد آج لیگ کے عام ذمہ دار اور کارکن تو انہیں عناصر کی اغلبیت اور اکثریت رکھتے ہیں جن کی مذمت اور شکایت مینوفسٹو وغیرہ میں نہایت سخت الفاظ میں کی گئی تھی اور لیگ کی ذمہ دار جماعتیں ایسے ہی لوگوں سے بنائی گئیں اور بنائی جا رہی ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار

مسٹر جناح پر اجماع کی حقیقت

باوجودیکہ مسٹر جناح مذہب اسلام اور اہل سنت اور اہل مذہب سے نہ صرف مستغنی بلکہ سخت متنفر بھی ہیں۔ نہ ان کی زندگی مذہبی ہے۔ نہ اس بیچارے نے مذہبی ہونے یا مذہبی قیادت کا وعدہ کیا ہے۔ وہ ایک کامیاب بیرسٹر ہیں اور سیاسی قیادت کے مدعی اور خواہش مند ہیں اور پھر سیاست بھی اس قسم کی جو کہ یوروپین اقوام اور ممالک کی ہے۔ اسلامی سیاست سے نہ وہ واقف ہیں اور نہ اس کے مدعی۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ اصحاب اغراض عام مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کے امام اور قائد اعظم ہیں۔ ان کی امامت اور قیادت پر اجماع امت منعقد ہو گیا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں لا تجتمع امتی علی الضلالۃ کبھی کہا جاتا ہے کہ ان کی امامت کے ماتحت نہ آنے والا اور ان کی قیادت کا انکار کرنے والا اجماع کا منکر ہے۔ اور اجماع کا انکار کرنا کفر ہے فسق ہے۔ ضلالت ہے، بغاوت ہے وغیرہ۔

افسوس اس قسم کی دھوکہ دہی سے دنیا و آخرت کی بربادی کی صورتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ ایک ایسی قیادت کو بالفرض تمام مسلمانان عالم اور ان کے اہل حل و عقد تسلیم بھی کر لیتے تو وہ کس طرح اجماع شرعی ہو سکتا تھا۔ (کتب مذہب اور قوانین شرع کو ملاحظہ فرمائیے) اور اگر بالفرض وہ اجماع شرعی بھی ہوتا تو یہاں حدیث میں مسلمانان ہندوستان کا لفظ کب استعمال کیا گیا ہے۔ کیا یہ فرمایا گیا ہے لا تجتمع مسلموا لہند علی الضلالۃ یا مسلمان ہند

ہی صرف اُمّتِ محمدیہ ہیں۔ کیا دُنیائے اسلام کے باسٹھ کروڑ باشندے جن کو نہ مسٹر جناح سے
واقفیت ہے نہ حاجت۔ وہ اُمّت سے خارج ہیں۔ بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ اُمّت میں سے
بعض لوگوں کا متفق ہو جانا ہی اجماعِ اُمّت ہے۔ اور اس کے استدلال میں حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو پیش کرتے ہیں۔ افسوس کہ اجماع کی شرعی تعریف
اور وقائع تاریخیہ دونوں سے ناواقف ہیں۔ یقیناً اجماع میں بچے، کم عقل، عورتیں، مجانین
معتوہین، عبید وغیرہ داخل نہیں۔ (اگرچہ یہ سب افرادِ اُمّت میں سے ہیں) مگر اہلِ حل
و عقد تو سب کے سب متفق ہونے ضروری ہیں۔ اربابِ مذہب اور ذوی البصائر فی الدین
کا اتفاق تو ضروری ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انعقاد کے
زمانہ میں تمام اُمّت صرف اہلِ عرب سے عبارت تھی۔ اُن کے جملہ اہلِ حل و عقد نے
جمہوریہ اُن کی خلافت کو مانا اور بلا واسطہ یا بالواسطہ، بعجلت یا بدیر سبھوں نے بیعت
کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں تمام اربابِ حل و عقد کا کُلی اتفاق ہو گیا تھا۔ اس لئے وہاں
پر اجماعِ اُمّت متحقق ہے۔ مسٹر جناح کے لئے بیرونِ ہند کے تمام مسلمان جن کی تعداد
مسلمانانِ ہندوستان سے سات، آٹھ گنا زیادہ ہے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتے
اور نہ یہ اُنہیں پہچانتے ہیں۔ نہ اُن کے عوام نہ خواص نہ اہلِ دیانت، نہ اہلِ دنیا
نہ اہلِ حل و عقد۔ نہ معمولی لوگ نہ مرد نہ عورتیں۔ پھر اہلِ ہند میں سے سیاسی
اور مذہبی جماعتیں جمعیۃ العلماء، احرار، نیشنلسٹ مسلمان، سرخپوش جو کہ سینکڑوں
نہیں ہزاروں کی تعداد میں ہوتے ہوئے اہلِ حل و عقد کی حیثیت رکھتے ہیں اور
جنھوں نے قومی اور مذہبی کاموں میں ہمیشہ سرفروشی اور جاں نثاری کا نمایاں
ثبوت پیش کیا ہے۔ وہ ان کی قیادت کے نہ قائل ہیں نہ تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح
دیہاتی اور عام آبادی اور مذکورہ جماعتوں کے اتباع اور والنٹیروں نے جو کہ لاکھوں کی
تعداد سے نکل کر کروڑوں تک پہنچتے ہیں وہ کب ان کی قیادت کو تسلیم کرتے ہیں۔

پھر جن لوگوں کو آج خلاف واقعہ ممبر لیگ ظاہر کیا جا رہا ہے ان کو جس طرح ممبر بنایا گیا ہے اور جس طرح بنایا جا رہا ہے۔ وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔ لوگ اس سے واقف ہیں۔ اس تلبیس سے مسلمانوں کو کیوں برباد کیا جاتا ہے۔ اور یہ ایک مفتی بنکر شرعی احکام کا جامہ پہننے کو تیار رہے۔

مسٹر محمد علی کی امامت سیاسی مسلمانوں کیلئے

مسٹر محمد علی جناح کی شخصی کمزوری تو اُن کی عملی زندگی اور اُن کی صاحبزادی صاحبہ کے سول میرج یعنی ایک عیسائی پارسی کے ساتھ تین ماہ تک کورٹ شپ اور اس کے بعد گرجا میں نکاح کرتے وغیرہ سے ظاہر ہے اور ان کی قومی زندگی کی کمزوری اس سے ظاہر ہے کہ وہ ناگپور کے اجلاس کانگریس تک اُس کے ساتھ رہے مگر جبکہ کانگرس نے نان کوآپریشن پاس کر دیا تو علاحدہ ہوگئے۔ لکھنؤ کے خطبہ صدارت میں سول نافرمانی کو قوم کی خودکشی قرار دیتے ہیں اسی بنا پر اور اس قسم کی دوسری باتوں کی بنا پر ڈاکٹر انصاری مرحوم نے موتمر کے خطبہ صدارت میں اُن کا ہندوستان کا دوست نہ ہونا اور فرقہ پرست بتایا تھا۔ اور اسی بنا پر کلکتہ میں علی برادران کا ان کے ساتھ ناخوشگوار واقعہ پیش آیا تھا ہاں مسٹر محمد علی جناح کے مرکزی اسمبلی میں ۱۹۳۴ء کے بعد کے واقعات سے یہ اُمید پیدا ہوگئی تھی کہ وہ اپنے سابقہ خیالات سے رجوع کر گئے ہیں۔ اور تمام ہندوستان کی ہمدردی اور عالی حوصلگی پیدا مادہ ہوگئے ہیں۔ اب فرقہ پرستی کی ناپاک صورتیں ان کے دماغ سے نکل گئی ہیں۔ تقریباً دو سال کی اس قسم کی کارروائیوں نے اس قسم کے یقین دلانے کا سامان مہیا کر دیا تھا۔ مگر حسب قول شاعر۔

من زخوباں چشم نیکی داشتم ::: خود غلط بود آنچہ من پنداشتم

الیکشن کے بعد کے واقعات مذکورہ بالا نے بالکل مایوس کر دیا۔ اور اب جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ تو مثل آفتاب روشن ہے۔

ان کی سیاسی رائے کی کمزوری اس سے ظاہر ہے کہ لکھنؤ کے اس میثاقِ ملی میں جو کہ ۱۹۱۶ء میں قرار پایا تھا اور اس وقت لیگ کی صدارت ان کے ہاتھ میں تھی اور بڑے بڑے سیاسی لیڈر رنظر بند تھے۔ علما اس وقت سیاسی میدان میں نہیں آئے تھے۔ مسلمانوں کی سیاست کو بالکل غیر مستقل بنا کر مثل پاسنگ ڈانواڈول کر دیا کسی جگہ اور کسی صوبہ میں ان کی اکثریت تسلیم نہیں کی گئی۔ صوبہ پنجاب میں بجائے ۵۵ ان کو ۵۰ سیٹیں دی گئیں۔ اور صوبہ بنگال میں بجائے (۵۳) ۴۰ دی گئیں۔ اقلیت والے صوبوں میں اگر کچھ سیٹیں زیادہ کر دی گئیں اور بطور رشوت ان کو کچھ زیادہ مل گیا تو کیا فائدہ ہوا۔ ادھر راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں بنگال کے عیسائیوں کو تیس سیٹیں دے کر ہمیشہ کے لئے ہندوؤں اور مسلمانوں کو بنگال میں برابر کر دیا۔ شریعت بل کے متعلق، لونگ بل کے متعلق، آرمی بل کے متعلق اور اس سے پہلے ساردا بل کے متعلق جو کچھ موصوف کی کارروائی ہے اس پر غور کیجئے اور ان کی سیاسی رائے پر ماتم کیجئے اور دیکھئے کہ یہ حضرات اُمتِ مسلمہ کو کہاں لے جا رہے ہیں۔

آخر میں اظہارِ حقیقت کے طور پر اتنا عرض کر دینا نہایت ضروری ہے کہ یہ جو کچھ لکھا گیا انتہائی مجبوری کی حالت میں لکھا گیا ہے جس کا واحد سبب ناعاقبت اندیش اخبارات کی ہرزہ سرائی اور خود مسٹر محمد علی جناح صاحب کی دانستہ یا نادانستہ غلط بیانی یا فریب کاری ہے ورنہ اشخاص اور افراد کی شخصی زندگی پر تعرض و تبصرہ نہ ہمارا شیوہ ہے اور نہ ہم اس کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں۔

مرادِ ما نصیحت بود و گفتیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

ننگِ اسلاف
حسین احمد

ضمیمہ ثانیہ

ہندوستان کے موجودہ جمود کا حل

جمعیۃ علماءِ ہند کا فیصلہ

”برادرانِ معمہ کے مفصّل حل کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے موقف کے متعلق جمعیۃ علماءِ ہند کا فیصلہ بھی نقل کر دیا جائے: تاکہ رسالہ کے ملاحظہ کرنے والے یہ فیصلہ کر سکیں کہ جمعیۃ العلماء صرف منفی پہلو میں مسلم لیگ کا خلاف نہیں کر رہی بلکہ اُس کے سامنے ایک واضح اور صاف نقشہ ہے جس کو وہ پاکستان سے بہتر سمجھتی ہے اور از روئے دیانت اس کا یہ فیصلہ ہے کہ پاکستان کا مبہم مطالبہ مسلمانوں کے لئے تباہ کن ہے۔ اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ جس طرح ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے بہت سے پاکستان بنا دیئے گئے۔ عراق علیحدہ، شام علیحدہ، فلسطین علیحدہ، حجاز علیحدہ وغیرہ وغیرہ جو فرانس اور برطانیہ کے پنجۂ استبداد میں آج تک کسے ہوئے کراہ رہے ہیں اسی طرح ۱۹۴۵ء کی جنگ کے بعد وعدۂ آزادی کو پورا کرتے ہوئے ہندوستان کے حصے بخرے کر دیئے جائیں جو ہمیشہ ایک دوسرے کے مدمقابل انگریزی اقتدار کے متمنی رہیں اور لطف یہ کہ یہ خود مسلمانوں کے مطالبہ کی بنا پر ہو۔ جیسا کہ مسٹر جناح نے فرمایا تھا۔ اور جب تک دونوں ٹکڑے آپس میں امن سے نہ رہیں تب تک برطانوی حکومت کا فوجی اور خارجی کنٹرول ضروری ہے۔“

(مدینہ بجنور ۱۷ ج ۳۳ مورخہ ۵ مارچ ۱۹۴۴ء)

فیصلہ: ہمارا نصب العین آزادیٔ کامل ہے (ب) وطنی آزادی میں مسلمان آزاد ہوں گے۔ اُن کا مذہب آزاد ہوگا۔ مسلم کلچر اور تہذیب و ثقافت آزاد ہوگی۔ وہ کسی ایسے آئین کو قبول نہ کریں گے جس کی بنیاد ایسی آزادی پر نہ رکھی گئی ہو (ج) ہم ہندوستان میں صوبوں کی کامل خود مختاری اور آزادی کے حامی ہیں۔ غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات ملیں گے جو تمام صوبے متفقہ طور پر مرکز کے حوالے کریں اور جن کا تعلق تمام صوبوں سے یکساں ہو (د) ہمارے نزدیک ہندوستان کے آزاد صوبوں کا وفاق ضروری اور مفید ہے مگر ایسا وفاق اور

ایسی مرکزیت جس میں اپنی مخصوص تہذیب و ثقافت کی مالک نو کروڑ نفوس پر مشتمل مسلمان قوم کسی عددی اکثریت کے رحم و کرم پر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو ایک لمحہ کیلئے بھی گوارہ نہ ہوگی یعنی مرکز کی تشکیل ایسے اصول پر ہونی ضروری ہے کہ مسلمان اپنی مذہبی سیاسی اور تہذیبی آزادی کی طرف سے مطمئن ہوں۔

تشریح:۔ اگرچہ اس تجویز میں بیان کردہ اُصول اور ان کا مقصد واضح ہے کہ جمعیۃ علماء مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی اور تہذیبی آزادی کو کسی حال میں چھوڑنے پر آمادہ نہیں۔ وہ بیشک ہندوستان کی وفاقی حکومت اور ایک مرکز پسند کرتی ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں مجموعۂ ہندوستان خصوصاً مسلمانوں کیلئے یہ مفید ہے۔ مگر وفاقی حکومت کا قیام اس شرط کیساتھ مشروط ہے کہ صوبوں کے لئے حق خود ارادیت تسلیم کر لیا جائے اور وفاق کی تشکیل اس طرح ہو کہ مرکز کی غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، تہذیبی حقوق پر اپنی عددی اکثریت کے بل بوتے پر تعدی نہ کر سکے۔ مرکز کی ایسی تشکیل جسمیں اکثریت کی تعدی کا خوف نہ رہے باہمی افہام و تفہیم سے مندرجہ ذیل صورتوں میں کسی صورت پر یا ان کے علاوہ کسی اور ایسی تجویز پر جو مسلم و غیر مسلم جماعتوں کے اتفاق سے طے ہو جائے ممکن ہے

(۱) مثلاً مرکزی ایوان کے ممبروں کی تعداد کا تناسب یہ ہو۔ ہندو ۴۵ مسلم ۴۵ دیگر اقلیتیں ۱۰

(۲) مرکزی حکومت میں اگر کسی بل، یا تجویز کو مسلم ارکان کی $\frac{2}{3}$ اپنے مذہب یا اپنی سیاسی آزادی یا اپنی تہذیب و ثقافت پر مخالفانہ اثر انداز قرار دے تو وہ بل یا تجویز ایوان میں پیش یا پاس نہ ہوسکیگی۔

(۳) ایک ایسا سپریم کورٹ قائم کیا جائے جسمیں مسلم و غیر مسلم ججوں کی تعداد مساوی ہو اور جس کے ججوں کا تقرر مسلم و غیر مسلم صوبوں کی مساوی تعداد کے ارکان کی کمیٹی کرے۔ یہ سپریم کورٹ مرکز اور صوبوں کے درمیان تنازعات یا صوبوں کے باہمی تنازعات یا ملک کی قوموں کے اختلافات کا آخری فیصلہ کریگا۔ نیز تجویز نمبر ۲ کے ماتحت اگر کسی بل کے مسلمانوں کے خلاف ہونے نہ ہونے میں مرکز کی اکثریت مسلم ارکان کی $\frac{2}{3}$ اکثریت کے فیصلہ سے اختلاف کرے تو اس کا فیصلہ سپریم کورٹ کرایا جائیگا۔ (۴) یا اور کوئی تجویز جسے فریقین باہمی اتفاق سے طے کریں۔ (خادم ملت محمد میاں عفی عنہ) ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی